قرآن اور حدیث کے درمیان تعارض کو رفع کرنے کے حوالے سے اہل علم کے مناہج

The method of the scholars regarding the resolution of the conflict between the Qur'an and the Hadith

Sohaib Ahmed
Ph.D. Scholar, Department of Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro & Assistant Professor, Department of Islamic culture, University of Art and Culture, Jamshoro:
sohaib_ahmed09@yahoo.com

Prof. Dr. Hafiz Munir Ahmed Khan
Dean, Faculty of Islamic Studies, University of Sindh, Jamshoro:
dean.istudies@usindh.edu.pk

Peeral Khan
Assistant Professor, Sukkur IBA University, Sindh, Pakistan:
peeral.khan@iba-suk.edu.pk

Abstract:
The Holy Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) were conveyed to the Ummah by the companions in the light of revelation. That is, Allah Almighty has given you legislative powers. The most important aspect of the personality of the Prophet (PBUH) is that Allah Almighty has declared him as a Sharia, that is, Allah Almighty has given him legislative powers. It is in the Qur'an that: He enjoins on them what is good, and forbids them from what is wrong, and makes lawful for them what is pure, and removes from them the burdens and bonds that were upon them[(1)]. From this verse, it is known that the Prophet (peace and blessings of Allah be upon him) was given legislative powers and the basis of the legislative process was "Ma Anzall Allah" and He used to legislate on the basis of divine legislative powers. Gaya played it with all-round and full diligence and He acted diligently in spreading the teachings of "Ma'anzal Allah" among his students, i.e. the Companions, in the same way, in the context of the interpretation and explanation of the Quranic verses, countless sayings have reached the Ummah through the Companions, so such hadiths and hadiths If the interpretation traditions are considered to be contradictory to the Holy Qur'an, the understanding of the Qur'an becomes impossible.

---

[1] ۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۵۷۔

Therefore, among the hadiths, such traditions and interpretations which are mentioned and seem to be contradictory, such an art came into being to understand such traditions, which the muhadithists call Mushkilul-hadith.
Keywords: *Mushkilul- Qur'an, Contradictory Ahadith, Legislative Powers, Companions*

تعارف:

قرآن کریم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا جس کا واحد مقصد کہ انسان اور خدا کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کرنا ہے، قرآن کریم میں عقائد کے متعلق دو قسم کی آیات موجود ہیں، ایک آیات محکمات اور دوسری آیات متشابہات۔ "وہی اللہ ہے جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی اس میں کچھ آیات محکمات بھی ہیں، وہی آیات کتاب کی بنیاد ہیں دوسری آیات متشابہات ہیں بس وہ لوگ جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ فتنہ برپا کرنے کے لئے آیات متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں اور ان آیات کی تاویل کرکے (عقائد) اخذ کرتے ہیں حالانکہ ان کی حقیقی تاویل اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا"۔[2]

آیات محکمات کی وضاحت معلم کامل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توسط سے صحابہ کرام نے امت تک پہنچائی ہے، جنہوں نے قرآنی آیات کی توضیح و تشریح کرنے میں کوئی بھی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ احادیث مبارکہ قرآن کریم کے اجمال و ابہام، احتمال کی تفصیل ہیں۔ جس طرح آیات قرآنیہ متشابہ بھی ہیں اسی طرح کچھ احادیث بھی متشابہات کے قبیل سے ہوتی ہیں تو ان کی توضیح و تشریح بھی شارع کی طرف سے سمجھائی گئی ہے، اسی طرح بعض احادیث ایسی بھی نظر آتی ہیں جن کا بظاہر آیات قرآنیہ سے تعارض معلوم ہوتا ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں کوئی بھی تعارض نہیں۔ جو بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے وہ تعارض حقیقی نہیں ہوتا ایسے ظاہری تعارض کو علمائے امت نور ایمان سے رفع کر دیتے ہیں۔ محقق علامہ شاطبی رقمطراز ہیں: "تعارض کی دو قسمیں ہیں یا تو حقیقی ہوگا یا مجتہد کی نظر میں ہوگا، حقیقی تعارف بالکل ناممکن ہے"۔[3]

قرآن کریم کی تفاسیر میں ایسی احادیث بھی موجود ہیں جن کو مفسرین کے اصطلاح میں مشکل اداس کہا جاتا ہے، معاندین ایسی روایات کو بنیاد بنا کر مسلمانوں میں فکری الحاد پھیلاتے ہیں، ایسے معاندین میں مستشرقین سر فہرست ہیں

---

[2]۔ آل عمران، آیت ۷۔

[3]۔ الموافقات للشاطبی، ج۴، ص ۲۹۶۔

، جس کی وجہ سے اہل علم کو بھی ایسے اشکالات اور ابہامات سے واسطہ پڑتا ہے جن کو حل کرنا انتہائی ضروری ہوتا ہے اگر اہل علم اس معاملے میں سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہیں تو مسلمانوں میں یہ فکری الحاد اور ایسے شبہات پھیلنے کی وجہ سے امت کی تضلیل والے خدشات میں اضافہ ہی ہوگا اور جادہ صراط مستقیم سے امت کی ایک بڑی تعداد ہٹ جائے گی حالانکہ قرآن کریم کی اول مکمل نازل ہونے والی ابتدائی سورۃ فاتحہ میں مغضوب علیہم اور ضالین سے بچنے کی تاکید اس پیرایہ میں کی گئی ہے کہ کوئی بھی عبادت اس سورت کے سوا ناقص تصور کی جاتی ہے اور قرآن کریم ساتھ ساتھ ہمیں فکری الحاد پھیلانے والے ملحدین سے بھی بچنے کی تاکید کرتا ہے۔

بے شک جو لوگ ہماری آیتوں میں ٹیڑھی راہ چلتے ہیں وہ ہم سے چھپے نہیں رہتے[4]

اللہ تعالی نے قرآن کریم میں واضح بتادیا ہے کہ فتنہ پرواز لوگ اور جن کے مزاج میں فساد ہوتا ہے متشابہ آیات اور روایات کی تاویلات فاسدہ کے خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں، جس کا حدیث میں پہلے ہی سے حکم موجود ہے کہ: فضلوا واضلوا[5]

قرآن کریم اور احادیث میں جو لوگ حقیقی تعارض کا کہہ کر لوگوں میں اس طرح کا افتراق و الحاد پیدا کرتے ہیں اور نصوص محکمات کو چھوڑ کر متشابہات کی جو تعبیر پیش کرتے ہیں ایسی تاویلات فاسدہ اور تعبیرات کو امت نے کبھی بھی قبول نہیں کیا اور اور قرآن نے ایسے لوگوں سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔

قرآن و حدیث میں بظاہر جو تعارض نظر آتا ہے تو اہل علم نے اس میں تطبیق دیتے ہوئے دونوں کو قبول کیا ہے تاکہ شارع علیہ السلام کی بات بھی قبول ہو جائے اور امت اس پر عمل پیرا ہو کیونکہ شارع کا کلام کبھی بھی لغو نہیں ہو سکتا۔

مثلا: انکم سترون ربکم کما ترون هذاالقمر، لاتضامون فی رویته[6]

قرآن کریم میں ہے کہ: لن ترانی[7] اے موسی آپ مجھے ہر گز نہیں دیکھ سکتے

اب آیت و حدیث میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے کہ حدیث پاک سے رؤیت باری تعالیٰ کا ثبوت ہے اور قرآن کریم دوسری رؤیت کی نفی کر رہا ہے اور معارضین اولاََ تو حدیث کا انکار کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ رؤیت تو متشابہات میں

---

[4]۔ سورۃ حٰم سجدہ، آیت ۴۰۔

[5]۔ جامع الترمذی، رقم حدیث ۲۹۹۵، دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

[6]۔ صحیح بخاری، رقم حدیث ۴۴۳۴، مسلم، رقم حدیث ۶۳۳۔

[7]۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۴۳۔

سے ہے ثانیاًاس کی باطل تاویل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رؤیت سے مراد علم ہے نہ کہ دیدار الٰہی، اور قرآن و حدیث میں تعارض کا کہتے ہیں حالانکہ قرآن و حدیث کو اپنے اپنے محمل پر رکھتے ہوئے دونوں کو سچا کہا جائے گا اور تطبیق دی جائے گی، وہ یوں کہ حدیث بھی اپنی جگہ پر صحیح ہے اور قرآن کی آیت بھی سچی ہے، قرآن جس رؤیت کی نفی کر رہا ہے اس کا تعلق دنیا سے ہے اور حدیث سے جس رؤیت کا اثبات ہے، اس کا تعلق آخرت سے ہے، یعنی دنیا میں کوئی آنکھ اللہ تعالیٰ کو حالت بیداری میں نہیں دیکھ سکتی البتہ آخرت میں مومنین کو دیدار الٰہی نصیب ہو گا تو آیت قرآنی اور حدیث میں کوئی بھی تعارض نہیں ہوا۔ اس طرح دوسری آیت کہ: انماحرم علیکم المیتة والدم[8] ترجمہ: تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار اور خون۔ آیت مبارکہ نے مردار جانور اور خون کو بھی مطلق حرام قرار دیا ہے۔

حدیث میں ہے کہ: احلت لناالمیتتان والدمان، المیتتان الحوت والجراد والدمان الکبد والطحال[9]
ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں، مردار مچھلی اور ٹڈی ہے اور خون جگر اور تلی ہے۔
متعارضین قرآن و حدیث میں تعارض بیان کرتے ہیں اور بظاہر تعارض بھی ہے لیکن حقیقت میں کوئی تعارض نہیں صرف غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے وہ یوں کہ میتہ سے مراد وہ جانور جو کہ طبعی طور پر یا بغیر شکار اور ذبح کے مر جائے اور حدیث میں میتہ سے مراد یعنی و ہمچھلی جو کہ پانی سے شکار کرتے پکڑی جاتی ہے اور دوسرا ٹڈی جو کہ پکڑ کر اس کو کاٹا جائے اور کھایا جاسکتا ہے اسی طرح خون سے مراد ذبح کرتے وقت جو دم مسفوح ہوتا ہے وہ حرام ہے نہ کہ جگر اور تلی جو کہ خون ہی ہوتا ہے اور وہ جما ہوا خون ہوتا ہے۔
اسی طرح مفسرین اور شارحین علماء نے اسے معترضین کے اعتراضات کا رد کیا، جن مفسرین وعلماء کو اللہ تعالیٰ نے فہم و فراست ودیعت کی ہے تاکہ قرآن و حدیث کا دفاع کریں۔ اس طرح کے علماء ایسی باطل تاویلات کا منطقی اور علمی طریقے سے رد کرتے ہیں اور دلائل کے اعتبار سے ایسے باطل شبہات کا خاتمہ کرتے ہیں جن سے ایمان کو جلا عطا ہوتی ہے اور پیش آنے والے خطرات سے دفاع ہوتا ہے اور باطل شبہات زائل ہو جاتے ہیں۔
گزشتہ زمانے میں ایسے لوگ مسلم معاشرے میں کم ہی پائے جاتے تھے مگر جب مستشرقین کی طرف سے حدیث و قرآن پر عقلی انداز میں اعتراضات کیے گئے تو کم فہم اور سطحی لوگ جو اپنے آپ کو عقلاء سمجھتے تھے اور شرق و غرب

[8]۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۷۳۔
[9]۔ مسند احمد، ج ۲، ص ۱۲۰۲۔

میں سر چشمہ ہدایت قرآن و حدیث سے عداوت رکھنے والے ہر زمانے میں کچھ نہ کچھ ایسی ناشائستہ حرکات کرتے رہے ہیں، لیکن رب العالمین نے ان کی ضلالت کا جزوی اور الحادی افکار کو رد کرنے کے لئے علماء اور سلیم الطبع لوگوں کی ایک جماعت ہمیشہ تیار رکھی ہے جو اسلام اور مسلمانوں سے تعلق خصوصاً قرآن و حدیث کے بارے میں سارے شکوک و شبہات کے خلاف عقلی و نقلی انداز میں جواب دیتے رہے ہیں، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وحی متلو اور وحی غیر متلو میں کوئی تعارض نہیں۔ اس ضمن میں متقدمین علماء کی طرف سے ایسی کتب دنیا کے سامنے آئی ہیں، جو کہ آنے والے لوگوں کے لئے ایک کامل نمونہ ہیں۔

اسی کے ضمن میں اہم ترین انداز تاویل ان روایات کا ہے جو قرآن کریم کی توضیح و تفسیر کے لئے تحریر کی گئیں ہیں ایسی روایات انتہائی درجہ کے غایت توجہ کا تقاضہ کرتی ہیں کہ ان روایات کو محض درس و تدریس تعلیم و تعلم تک محدود نہیں کیا ہے بلکہ انہی روایات کو اپنی نقل کے ذریعے وسیع تر ذرائع سے لوگوں تک پہنچایا ہے، چنانچہ ان مشکل احادیث و روایات میں اگر کوئی ابہام یا اشکال، تعارض، اختلاف نظر آیا تو علماء کرام نے اس کو حل کرنے کے لئے وہ سب اقوال پیش کیے ہیں تا کہ ایسی مشکلات الحدیث کا صحیح فہم حاصل ہو سکے۔

سابقہ تحقیقی کام:

تدوین حدیث کے زمانے میں محدثین اور علماء اصول محدثین نے بظاہر متعارض اور متناقض احادیث کو بھی جمع کر لیا تھا، جن کی آڑ میں الحادی مفکرین نے علم حدیث پر اعتراضات وارد کرنا شروع کر دیے تا کہ حدیث اور سنت کو حجت کے طور پر تسلیم نہ کیا جا سکے، ان کے رد میں سر فہرست مندرجہ ذیل کتب ہیں۔

عبد المجید السوسوۃ نے منهج التوفيق والترجيح بين مختلف الحديث کتاب لکھی۔

سید صالح النجار نے دراسات فی التعارض والترجيح عند الاصوليين کتاب لکھی۔

طبری نے جامع البيان عن تاويل آيات القرآن کتاب لکھی۔

شنقیطی نے دفع ايهام الاضطراب عن آيات الكتاب کتاب لکھی۔

عمری نے تيجان البيان فی مشكلات القرآن کتاب لکھی۔

متعارض نصوص کے مابین تعارض کو ختم کرنے میں اہل علم نے جو مناہج اختیار کیے ہیں ان کا خلاصہ تین صورتوں میں بیان کیا جا سکتا ہے جو کے درج ذیل ہیں:

متعارض نصوص کے مابین توفیق قائم کرنا

دو متعارض نصوص کے مابین اختلاف ختم کرنے کا پہلا اسلوب و منہج یہ ہے کہ ہر ممکن کوشش کر کے نصوص کے مابین جمع اور توفیق قائم کی جائے، یعنی اگر متعارض نصوص کے درمیان توفیق قائم کرنا ممکن ہے تو اپنی خواہش اور منشاء کو سامنے رکھتے ہوئے یہ جائز نہیں ہے کہ ایک نص پر عمل کیا جائے اور دوسری نص کو چھوڑ دیا جائے۔ اگر ایسا ممکن نہیں ہے بایں صورت کہ جمع اور توفیق کی کوئی صورت نہ بن پا رہی ہو، یا ایک منسوخ اور دوسری نص ناسخ ہو، یا کسی ایک نص میں کوئی ایسی علت ہو جس کی وجہ سے ایک کو رد اور دوسری کو قبول کرنا پڑ رہا ہو تو ہی ایک کو چھوڑ کر دوسری کو اختیار کرنے کی اجازت ہے ورنہ دونوں پر عمل کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں:

"ولا يُنْسَب الحديثان إلى الاختلاف ما كان لهما وجهاً يمضَيَان معاً إنما المختلِف ما لم يُمْضَى إلا بسقوط غيره مثل أن يكون الحديثان في الشئ الواحد هذا يحله وهذا يحرمه"[10]

جب تک دو (متعارض) احادیث پر یکبارگی عمل کرنا ممکن ہو تب تک ان دو احادیث کو اختلاف کی جانب منسوب نہیں کیا جائے گا۔ مختلف اور متعارض روایات کا تحقق تب ہو گا جب کسی اور قرینہ کے بغیر (نص میں) بیان ہونے والے حکم پر عمل کرنا ممکن نہ ہو، جیسا کہ دو احادیث کسی ایک ہی شئے سے متعلق حلت و حرمت کا حکم بتلا رہی ہوں۔

امام شافعیؒ کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک دو احادیث پر عمل کرنا ممکن ہو تب تک ایسی دو احادیث کو متعارض کہنا ہی درست نہیں ہے چہ جائیکہ ان میں کوئی اختلاف یا تضاد ثابت کیا جائے۔ تاہم اگر اتفاق و اتحاد کی کوئی صورت بظاہر پیدا ہونا ممکن نہ ہو بایں صورت کہ ایک جواز اور دوسری نص عدم جواز کو بیان کر رہی ہے تب دونوں کو متعارض مانا جائے گا اور تعارض رفع کرنے کی دوسری صورتوں کی جانب جائے گا جیسا کہ مذکورہ ترجیح کی صورتوں کے علاوہ بقیہ آنے والی صورتوں میں بیان ہو گا۔

نسخ پر محمول کرنا

متعارض نصوص کے مابین تعارض رفع کرنے متعذر ہو کہ کوئی توفیق کی صورت ہی نہ نظر آ رہی ہو یا ایک نص کا

---

[10] الرسالۃ، الشافعی، ص342۔

منسوخ اور دوسری نص کا ناسخ ہونا معلوم ہو تو ایسی صورت میں ایک کو چھوڑ کر دوسری پر عمل کیا جائے گا۔ جیسا کہ امام شافعیؒ بیان کرتے ہیں:

"فإذا لم يحتمل الحديثان إلا الاختلاف كما اختلفت القبلة نحو بيت المقدس والبيت الحرام كان أحدهما ناسخا والآخر منسوخا۔"[11]

جب دو احادیث کو اختلاف پر محمول کرنے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ ہو جیسا کہ بیت المقدس اور بیت اللہ کی جانب قبلہ کے بیان میں اختلاف (روایات) میں ملتا ہے تو ایسی صورت میں ایک روایت منسوخ اور دوسری ناسخ ہو گی۔

البتہ امام شافعیؒ نے ساتھ یہ بھی وضاحت کی ہے کہ نسخ کا اختیار کسی بھی مجتہد کو نہیں ہے، نسخ کے ثبوت کے لیے آپ ﷺ کے کسی اور قول، فعل یا وقت کا معلوم ہونا ضروری ہے کہ فلاں روایت کا زمانہ پہلے کا ہے اور فلاں کا بعد میں ہے۔

ترجیح قائم کرنا

تیسری صورت یہ ہے کہ نسخ پر محمول کرنے کی کوئی صریح نص موجود نہیں ہے تو ایسی صورت میں ایک کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دے کر تعارض ختم کیا جائے گا جیسا کہ امام شافعیؒ رقمطراز ہیں کہ:

"لا يخلو من أن يكون أحد الحديثين أشبه بمعنى كتاب الله أو أشبه بمعنى سنن النبي مما سوى الحديثين المختلفين أو أشبه بالقياس فأي الأحاديث المختلفة كان هذا فهو أولاهما عندنا أن يصار إليه"[12]

متعارض اور مختلف روایات میں سے کوئی ایک روایت کتاب اللہ یا سنت رسول ﷺ کے زیادہ مشابہہ ہو گی یا قیاس کے موافق ہو گی۔ پس جو روایت مذکورہ امور میں سے کسی ایک کے موافق ہو تو اس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہو گا۔

پس ثابت ہوا کہ اہل علم کے ہاں کسی بھی دو متعارض نصوص کے مابین تعارض ختم کرنے کے تین طریقے ہیں:

1. حتی الامکان متعارض نصوص کے مابین توفیق پیدا کرنا۔

[11] اختلاف الحدیث، الشافعی، ص487۔

[12] ایضاً۔

2. آپ ﷺ کے قول، عمل یا وقت کے معلوم ہونے کی صورت میں کسی ایک کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ کو قرار دینا۔

3. ما قبل دونوں صورتوں کے ممکن نہ ہونے کی صورت میں ایک کو راجح اور دوسری نص کو مرجوح قرار دینا۔

چند تطبیقی صورتیں:

اس فصل کے شروع میں تعارض کے اسباب اور شرائط کا تذکرہ کیا گیا تھا کہ تعارض کے قیام کی وجوہات اور شرائط کیا ہوتی ہیں، ان میں سے بعض اسباب اور شرائط کی مثالیں پہلی مبحث میں بیان ہو چکی ہیں۔

ذیل میں چند مسائل اور جمہور فقہائے کرام کے ہاں متعارض روایتوں سے متعلق مختلف اصولوں کی روشنی میں تعارض رفع کرنے کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

حدود کی حیثیت کفارات کی ہے یا زواجر کی:

جمہور فقہائے کرام کے ہاں اگر موجبِ حد گناہ کے نتیجے میں کسی شخص پر حد جاری ہو جائے تو حدود کا محض اجراء ہی اس شخص کے گناہ کی معافی کے لیے کافی ہے۔[13]

لیکن فقہائے احناف کا موقف یہ ہے کہ حدود کی حیثیت زواجر کی ہے، یعنی حدود کا نفاذ گناہ کی معافی کے لیے نہیں ہوتا بلکہ متعلقہ شخص کی زجر و توبیخ اور دوسروں کے لیے عبرت کے طور پر اس کا حکم دیا گیا ہے، جہاں تک گناہ کی معافی کا تعلق ہے تو اس کے لیے توبۃ النصوح یعنی پختہ توبہ کرنا ضروری ہے۔[14]

البتہ جمہور کے ہاں حدود کفارات تو ہیں ، لیکن ان کے نزدیک بھی حدود کے اجراء سے ضمناً زجر و توبیخ کا حصول ہو جاتا ہے۔

اختلاف کا سبب:

اس اختلاف کی وجہ در اصل حدود کے باب میں وارد ہونے والی مختلف نصوص ہیں جن کی وجہ سے اختلاف پیدا ہوا ہے۔ ذیل میں پہلے نصوص کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کے بعد اختلاف کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

---

[13] ملاحظہ فرمائیں: ابن حجر، فتح الباری، ج1، ص86۔

[14] ملاحظہ فرمائیں: ابن الھمام، فتح القدیر، ج5، ص211۔

﴿إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ٣٣﴿إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾[15]

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کریں اور زمین میں فساد پھیلائیں، ان کی سزایہی ہے کہ قتل کئے جائیں یاسولی پرچڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انھیں زمین سے نکال دیا جائے (قید کردیا جائے) یہ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے اور ان کے لئے آخرت میں بڑا عذاب ہے ۔ سوائے ان کے جو توبہ کرلیں اس سے قبل کہ تم ان پر قابوپاؤ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والامہربان ہے۔"

اسی موضوع سے متعلق احادیث مبارکہ میں ہے:

"عن عبادة بن الصامت ، قال: كنا مع رسول الله ﷺ في مجلس، فقال: " تبايعوني على ان لا تشركوا بالله شيئا، ولا تزنوا، ولا تسرقوا، ولا تقتلوا النفس التي حرم الله إلا بالحق، فمن وفى منكم، فاجره على الله ومن اصاب شيئا من ذلك، فعوقب به فهو كفارة له ومن اصاب شيئا من ذلك، فستره الله عليه فامره إلى الله إن شاء عفا عنه، وإن شاء عذبه "[16]

"حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہم بیٹھے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بیعت کرو مجھ سے اس اقرار پر کہ اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہیں کرنے کے اور زنا اور چوری اور ناحق خون جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا نہیں کریں گے پھر جو کوئی اپنے اقرار کو پورا کرے گا اس کا ثواب اللہ تعالیٰ پر ہو گا اور جو کوئی کام ان میں سے کر بیٹھے گا پھر اس کو دنیا میں اس کی سزا ملے گی (یعنی حد لگے گی) تو وہی اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کے کام کو چھپا لے تو (عاقبت میں) اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اس کو معاف کر دے چاہے عذاب کر لے۔"

---

[15] المائدة:33-34۔

[16] النيسابوری ، صحيح مسلم ، كتاب الحدود ، باب الْحُدُودُ كَفَّارَاتٌ لأَهْلِهَا ، حدیث:4461۔

تعارض کی توضیح:

سورہ المائدۃ کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ محاربہ کرنے والوں کے لیے جتنی بھی حدود ذکر کی گئی ہیں یہ محض دنیاوی ذلت ورسوائی کے لیے ہیں، باقی رہا آخرت کا معاملہ تو اس میں بھی ان کو عذاب دیا جائے گا۔

لیکن حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حدود کا نفاذ خود کفارہ بن جائے گا، الگ سے توبہ کرنا لازم نہیں ہے۔

مذکورہ مسئلہ سے متعلق متعارض نصوص میں اعتراض ختم کرنے کے لیے فقہائے کرام کا منہج:

جمہور نے اپنے موقف کے ثبوت کے لیے ماقبل میں بیان ہونے والی حضرت عبادہ بن صامت کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ جس میں صحابہ کرام سے مختلف امور کے نہ کرنے پر بیعت لینے کے بعد کہا گیا ہے کہ (ومن اصاب شيئا من ذلك، فعوقب به فهو كفارة له) یعنی اگر کسی نے بیعت توڑ دی اور مذکورہ گناہ میں سے کسی گناہ کا مرتکب ہوا اور اس پر دنیا میں حد نافذ کر دی گئی تو یہ حد اس کے لیے کفارہ بن جائے گی۔

احناف کی دلیل سورہ مائدہ کی آیت ہے کہ حد کو محض دنیاوی ذلت سے تعبیر کیا گیا ہے اور معافی سے متعلق کہا گیا ہے کہ اگر توبہ نہ کی تو آخرت میں دردناک عذاب ہو گا۔[17]

فقہائے کرام نے مذکورہ مسئلہ سے متعلق مختلف نصوص کے مابین تعارض ختم کرنے کے لیے توفیق و تطبیق قائم کرنے کے لیے مختلف توجیہات پیش کی ہیں، جیسا کہ:

پہلا موقف:

بعض اہل علم کی رائے یہ ہے کہ سورہ مائدہ میں بیان ہونے والی آیۃ محاربۃ در اصل کفار سے متعلق ہے اور حضرت عبادہ بن صامت کی روایت مسلمانوں سے متعلق ہے لہذا دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔[18] یعنی ان حضرات نے تعارض رفع کرنے کے لیے مختلف اشخاص (یعنی مسلمان و کافر) کے لیے مختلف احکام کا ثبوت کرتے ہوئے تطبیق پیدا

---

[17] متن میں محض فقہائے کرام کے اختلاف، سبب اختلاف اور مستدلات کا تذکرہ کیا گیا ہے، دلائل پر بحث نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا مقصد صرف تعارض کو رفع کرنے کے حوالے سے مختلف مناہج بیان کرنا ہے، فرداہر مسئلہ میں راجح موقف بیان کرنا اس بحث کا موضوع نہیں ہے۔

[18] یہ توجیہ قاضی عیاض، علامہ عینی، علامہ واحدی اور علامہ ابن کثیر وغیرہ کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الواحدی، الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، ج2، ص182؛ قاضی عیاض، اکمال المعلم، ج5، ص550؛ العینی، عمدۃ القاری، ج23، ص273-274؛ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج2، ص54۔

کی ہے۔

دوسرا موقف:

حضرت عبادہ کی روایت عام ہے اور سورہ المائدہ کی آیت خاص ہے، جس کا معنٰی یہ ہے کہ جب بھی کسی موجب حد شخص پر حد نافذ کی جائے گی تو حد کا نفاذ اس کے لیے کفارہ بن جائے گا لیکن محاربہ والوں پر حد کا نفاذ کفارہ نہیں ہے، ان کے لیے اخروی عذاب سے بچنے کے لیے الگ سے توبہ کرنا بھی ضروری ہے۔[19] یعنی ان حضرات نے دونوں نصوص میں عموم و خصوص کا رشتہ قائم کرتے ہوئے توفیق کی صورت قائم کی ہے۔

تیسرا موقف:

ایک موقف یہ بیان ہوا ہے کہ جس کو دنیا میں حد کی صورت میں سزا مل گئی، اس کے لیے تو دنیا میں رسوائی ہے لیکن اس کو اخروی عذاب نہیں ہو گا کیونکہ حدیث میں حد کو کفارہ قرار دیا گیا ہے۔ تاہم وہ شخص جس پر دنیا میں حد نہیں لگائی گئی وہ دنیا کے عذاب سے تو بچ گیا لیکن آخرت میں اس کو عذاب ہو گا اگر اس نے توبہ نہ کی۔

یعنی ان علماء نے توفیق کی صورت یہ قائم کی ہے کہ جس پر حد نافذ ہو گئی ہے اس کے لیے آیت قرآنی کا حکم بایں صورت ثابت ہو گیا کہ سب کے سامنے سزا مل گئی ہے اور آخرت میں یہ شخص حدیث میں بیان کردہ حکم کی وجہ سے عذاب سے بچ جائے گا۔ اور جس پر حد کا نفاذ نہیں ہو سکا اس کے لیے قرآنی آیت میں توبہ کو ضروری قرار دیا جانے والا حکم ثابت کیا گیا ہے کہ چونکہ دنیا میں بھی اس کو سزا نہیں ملی لہذا اگر توبہ نہیں کرے گا تو آیت محاربہ کے تحت آخرت میں عذاب کا مستحق ہو گا۔[20]

اسلام سے مرتد ہو جانے والے کا زمانہ جاہلیت والے گناہوں پر مواخذہ ہو گا یا نہیں:

سب سے پہلے ذیل میں متعلقہ مسئلہ سے متعلق متعارض نصوص ذکر کی جاتی ہیں اس کے بعد اہل علم کا موقف اور

---

[19] یہ توجیہ امام طحاوی، ابن عطیہ، علامہ ابن حزم، علامہ قرطبی اور علامہ ابن عاشور وغیرہ کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: الطحاوی، مشکل الآثار، ج4، ص426؛ ابن عطیہ، المحرر الوجیز، ج2، ص185؛ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج6، ص103؛ ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج6، ص186۔

[20] مذکورہ موقف ابن عطیہ نے بطور احتمال ذکر کیا ہے اور امام قرطبیؒ، ابن جزی، ابو حیان اور علامہ ابن عاشور نے بھی اس کی متابعت کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: ابن عطیہ، المحرر الوجیز، ج2، ص185؛ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج6، ص485؛ ابن جزی، التسہیل لعلوم التنزیل، ج1، ص230؛ ابو حیان، البحر المحیط، ج3، ص485؛ ابن عاشور، التحریر والتنویر، ج6، ص186۔

تعارض رفع کرنے کی توجیہات ذکر کیا جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ﴾[21]

"آپ کافروں سے فرما دیں اگر وہ باز آجائیں تو جو ہوچکا وہ انھیں معاف کردیا جائے گا اور اگر وہ (کفر کی طرف) لوٹے تو پہلے لوگوں کا طریقہ گزر چکا ہے ۔"

اسی موضوع سے متعلق ایک حدیث مبارکہ میں ارشاد ہے:

"قال رجل: يا رسول الله، انؤاخذ بما عملنا في الجاهلية؟، قال: من احسن في الإسلام لم يؤاخذ بما عمل في الجاهلية، ومن اساء في الإسلام اخذ بالاول والآخر"[22]

"ایک شخص (نام نامعلوم) نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم نے جو گناہ (اسلام لانے سے پہلے) جاہلیت کے زمانہ میں کیے ہیں کیا ان کا مواخذہ ہم سے ہو گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص اسلام کی حالت میں نیک اعمال کرتا رہا اس سے جاہلیت کے گناہوں کا مواخذہ نہ ہو گا (اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا) اور جو شخص مسلمان ہو کر بھی برے کام کرتا رہا اس سے دونوں زمانوں کے گناہوں کا مواخذہ ہو گا۔"[23]

---

[21] الانفال:38۔

[22] البخارى ، الجامع الصحيح ، كِتَاب اسْتِتَابَةِ الْمُرْتَدِّينَ وَالْمُعَانِدِينَ وَقِتَالِهِمْ ، بَابُ إِثْمِ مَنْ أَشْرَكَ بِاللَّهِ وَعُقُوبَتِهِ فِي الدُّنْيَا وَالآخِرَةِ ، حديث: 6921۔

[23] متن میں جس روایت کا ذکر کیا گیا ہے وہ روایت قرآنی نص سے متعارض ہے۔ تاہم قرآنی نص کے موضوع جیسی ہی مختلف احادیث کتب حدیث میں موجود ہیں جیسا کہ عمرو بن العاص کی ایک روایت یہ ہے: فلما جعل الله الإسلام في قلبي، اتيت النبي ﷺ، فقلت: ابسط يمينك فلابايعك، فبسط يمينه، قال: فقبضت يدي، قال: ما لك يا عمرو؟ قال: قلت: اردت ان اشترط، قال: تشترط بماذا؟ قلت: ان يغفر لي، قال: اما علمت " ان الإسلام يهدم، ما كان قبله وان الهجرة تهدم ما كان قبلها، وان الحج يهدم ما كان قبله۔ جب اللہ نے اسلام کی محبت میرے دل میں ڈالی اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ میں نے کہا: اپنا داہنا ہاتھ بڑھایئے تا کہ میں بیعت کروں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا میں نے اس وقت اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا ہوا تجھ کو اے عمرو!" میں نے کہا شرط کرنا چاہتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا شرط" میں نے کہا: یہ شرط کہ میرے گناہ معاف ہوں (جو اب تک کیے ہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمرو! تو نہیں جانتا کہ اسلام گرا دیتا ہے بیشتر کے گناہوں کو اسی طرح ہجرت گرا دیتی ہے پیشتر کے گناہوں کو،

قرآن اور حدیث کے درمیان تعارض کو رفع کرنے کے حوالے سے اہل علم کے مناہج

مسئلہ کی توضیح:

مذکورہ بالا نصوص میں بظاہر تعارض ہے بایں صورت کہ سورہ الانفال میں بتلایا گیا ہے کہ اگر کافر اسلام لے آتے ہیں تو محض اسلام لانا ہی ان کے پچھلے گناہوں سے درگزر کا باعث ہو گا لیکن اگر کفر میں ہی رہے تو جو حال پہلی امتوں کا ہوا ہے وہی ان کے ساتھ بھی ہو گا۔

لیکن حدیث میں ہے کہ جو شخص اسلام لانے کے بعد اچھے اعمال کرے گا تو اس کے زمانہ جاہلیت کے گناہ معاف ہوں گے لیکن اگر اچھے اعمال نہ کیے تو دونوں زمانوں میں کیے گے گناہوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

متعارض حدیث کا جواب:

شریعت اسلامی کے اکثر دلائل جیسا کہ مذکورہ آیت اور حاشیہ میں ذکر ہونے والی حدیث کا مضمون یہی ہے کہ اسلام لانے کے بعد حالت کفر کے گناہوں کی باز پرس نہیں ہو گی لیکن ماقبل میں بیان ہونے والی بخاری شریف کی حدیث نمبر 6921 دیگر ادلہ سے متعارض ہے جس کا تعارض ختم کرنے کے لیے اہل علم نے درج ذیل جواب دیئے ہیں:

اول:

بعض اہل علم جیسا کہ امام طحاوی، امام بخاری،[24] طبری[25] اور ابن الجوزی[26] وغیرہ کی رائے یہ ہے کہ حدیث میں مذکور کلمہ "الاساءۃ" سے مراد کفر ہے۔لہذا جو اسلام لانے کے بعد مرتد ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس سے اسلام لانے سے پہلے اور بعد دونوں زمانوں کے گناہ کی باز پرس ہو گی۔ جیسا کہ امام طحاویؒ بیان کرتے ہیں:

اور حج گرا دیتا ہے پہلے گناہوں کو"(النیسابوری، صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب کَوْنِ الإِسْلاَمِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَكَذَا الْهِجْرَةُ وَالْحَجُّ، حدیث: 321۔)

یعنی اس حدیث کا موضوع بھی قرآن میں بیان ہونے والے موضوع کے موافق ہے کہ اسلام لانے سے پچھلے سارے گناہ خود بخود معاف ہو جاتے ہیں۔ تاہم متن میں بیان ہونے والی روایت کا قرآن اور ابھی حاشیہ میں بیان ہونے والی اور ان جیسی دیگر روایتوں سے تعارض ہے۔

[24] ابن حجر، فتح الباری، ج12، ص278۔

[25] علامہ ابن حجر نے "فتح الباری" میں علامہ طبری کی یہی رائے لکھی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: ابن حجر، فتح الباری، ج12، ص278۔

[26] قاضی عیاض، اکمال المعلم، ج1، ص409۔

أَنَّ قَوْلَ رَسُولِ اللهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ عِنْدَنَا وَاللهُ أَعْلَمُ مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ هُوَ عَلَى مَعْنَى مَنْ أَسْلَمَ فِي الْإِسْلَامِ وَمِنْ ذَلِكَ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾ [النمل: ٨٩] فَكَانَتِ الْحَسَنَةُ الْمُرَادَةُ فِي ذَلِكَ هِيَ الْإِسْلَامَ فَكَانَ مَنْ جَاءَ بِالْإِسْلَامِ مَجْبُوبًا عَنْهُ مَا كَانَ مِنْهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمُوَافِقًا لِمَا فِي حَدِيثِ عَمْرٍو أَنَّ " الْإِسْلَامَ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ " وَمَنْ لَزِمَ الْكُفْرَ فِي الْإِسْلَامِ كَانَ قَدْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فِي الْإِسْلَامِ وَمِنْهُ قَوْلُ اللهِ تَعَالَى: ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا﴾ [الأنعام: ١٦٠] فَكَانَتْ عُقُوبَةُ تِلْكَ السَّيِّئَةِ عَلَيْهِ مُنْضَافَةً إِلَى عُقُوبَاتِ مَا قَبْلَهَا مِنْ سَيِّئَاتِهِ كَانَتْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَاتَّفَقَ بِحَمْدِ اللهِ حَدِيثَا رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّذَانِ ذَكَرْنَاهُمَا وَلَمْ يَخْتَلِفَا۔[27]

حضرت ابن مسعود کی حدیث میں آپ ﷺ کے فرمان "من أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَام" میں کلمہ "أَحسن" دراصل "أَسلَم" کے معنٰی میں ہے جیسا کہ سورہ نمل کی آیت ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا﴾ میں ﴿الْحَسَنَةِ﴾ سے مراد اسلام ہے۔ لہذا حدیث کا معنٰی یہ ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں جو کچھ کیا ہو گا، اسلام اس کو مٹا دے گا۔ لہذا یہ حدیث بھی حضرت عمرو بن العاص کی روایت "الْإِسْلَامَ يَجُبُّ مَا كَانَ قَبْلَهُ" میں بیان ہونے والے معنٰی کے موافق ہو جائے گی۔ اور جس نے اسلام میں کفر کا الزام کیا تو دراصل اس نے اسلام میں برائی کا ارتکاب کیا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى إِلَّا مِثْلَهَا﴾ کا۔ پس اس برے کام کی سزا اس کے سابقہ بداعمالیوں کی سزا کے علاوہ تھی جو جاہلیت کے دور میں ہوئی تھیں۔

امام طحاوی کی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ حدیث میں جو "مَنْ أَحْسَنَ فِي الْإِسْلَامِ" کہا گیا ہے اس میں اچھائی سے مراد اسلام ہے جیسا کہ سورہ نمل کی آیت میں ﴿الْحَسَنَةِ﴾ سے مراد اسلام ہے۔ لہذا اس حدیث کا معنٰی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسلام لاتا ہے تو اسلام اس سے ان تمام گناہوں کو مٹا دے گا جو اس نے زمانہ جاہلیت میں کیے تھے۔ لیکن اگر وہ مرتد ہو جاتا ہے تو اس کو ارتداد کی تو سزا ملے ہی گی، ساتھ میں ان گناہوں کی بھی سزا ملے گی جو اس نے زمانہ

---

[27] الطحاوی، شرح مشکل الآثار، ج1، ص442۔

جاہلیت میں کیے تھے۔ گویا کہ اس نے اسلام لایا ہی نہیں تھا، لہذا ایسا نہیں ہو گا کہ اس نیکی کی وجہ سے اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے جائیں۔

امام طحاوی نے دیگر دلائل سے متعارض روایت کا تعارض ختم کرنے کے لیے توفیق اور تطبیق کا طریقہ اپنایا ہے تا کہ دونوں قسم کی روایت پر عمل ہو جائے۔

دوم:

ایک جواب یہ دیا گیا ہے کہ متعارض روایت میں کلمہ "الاساءۃ" سے مراد نفاق ہے۔ لہذا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص محض دکھاوے کے لیے مسلمان ہوتا ہے یعنی منافق ہے تو ظاہر ہے ایسی صورت میں اس کو زمانہ جاہلیت کے گناہوں کی بھی سزا دی جائے گی۔[28] امام نووی تعارض کو ختم کرنے کے لیے ذکر کرتے ہیں:

"فَالصَّحِيحُ فِيهِ مَا قَالَهُ جَمَاعَةٌ مِنَ الْمُحَقِّقِينَ أَنَّ الْمُرَادَ بِالْإِحْسَانِ هُنَا الدُّخُولُ فِي الْإِسْلَامِ بِالظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ جَمِيعًا وَأَنْ يَكُونَ مُسْلِمًا حَقِيقِيًّا فَهَذَا يُغْفَرُ لَهُ مَا سَلَفَ فِي الْكُفْرِ بِنَصِّ الْقُرْآنِ الْعَزِيزِ وَالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ الْإِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَبِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُرَادُ بِالْإِسَاءَةِ عَدَمُ الدُّخُولِ فِي الْإِسْلَامِ بِقَلْبِهِ بَلْ يَكُونُ مُنْقَادًا فی الظاهر مظهرا لِلشَّهَادَتَيْنِ غَيْرَ مُعْتَقِدٍ لِلْإِسْلَامِ بِقَلْبِهِ فَهَذَا مُنَافِقٌ بَاقٍ عَلَى كُفْرِهِ بِإِجْمَاعِ الْمُسْلِمِينَ فَيُؤَاخَذُ بِمَا عَمِلَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَبْلَ إِظْهَارِ صُورَةِ الْإِسْلَامِ وَبِمَا عَمِلَ بَعْدَ إِظْهَارِهَا لِأَنَّهُ مُسْتَمِرٌّ عَلَى كُفْرِهِ"[29]

محققین کے موقف کے مطابق اس حدیث کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ احسان سے مراد دل و جان سے اسلام میں داخل ہونا ہے تب وہ حقیقی مسلمان کہلائے گا اور ایسا اسلام اس کے پچھلے سارے گناہوں کو مٹا دے گا جیسا کہ قرآن کریم کی صریح نص، صحیح حدیث اور مسلمانوں کا اجماع ہے۔ اور کلمہ "الاساءۃ" سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ظاہری طور پر شہادتین کا اقرار کرتا ہے اور دل سے اس پر ایمان نہیں ہے تو مسلمانوں کا اجماع ہے کہ ایسا شخص منافق

---

[28] ملا علی قاری، علامہ قرطبی اور امام نووی کا یہی موقف ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: القاری، مرقاۃ المفاتیح، ج5، ص280؛ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج5، ص268۔

[29] النووی، شرح صحیح مسلم، ج2، ص136۔

ہے اور ابھی تک کفر پر باقی ہے لہذا اس سے زمانہ جاہلیت کے گناہوں کی بھی باز پرس ہو گی اور ظاہری اسلام کے بعد کے زمانے کی بھی ہو گی کیونکہ یہ ابھی تک کفر پر ہی باقی ہے۔

امام نووی کی عبارت کا مفہوم واضح ہے کہ جو حدیث بظاہر دیگر دلائل سے متعارض محسوس ہو رہی ہے اس میں ایسے شخص کی بات ہو رہی ہے کہ جو حقیقی مسلمان نہیں ہے بلکہ محض زبان سے اسلام لایا ہے۔ ظاہر ہے ایسا شخص تو اسلامی قانون کے مطابق مسلمان ہی نہیں ہے لہذا یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ اس کے زمانہ جاہلیت میں کیے جانے والے گناہوں کا کیا ہو گا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اہل علم حتی الامکان متعارض روایات کے مابین توفیق اور تطبیق کا طریقہ اپناتے ہیں تاکہ تمام دلائل پر عمل ہو جائے۔

زمین و آسمان کی تخلیق سے متعلق دلائل شرعیہ میں تعارض:

دلائل شرعیہ میں زمین و آسمان کی تخلیق کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے دنوں میں ان دونوں کو بنایا ہے۔ اب کتنے دنوں میں ان دونوں کی تخلیق ہوئی ہے اس حوالے سے مختلف نصوص سامنے آتی ہیں، ذیل میں پہلے متعارض نصوص کا تذکرہ کیا جاتا ہے اس کے بعد اہل علم کی جانب سے تعارض ختم کرنے کی توجیہات ذکر کی جائیں گی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ﴾[30]

"بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا پھر اس نے عرش پہ استواء فرمایا۔"

سورہ فصلت میں تخلیق کے حوالے سے کافی تفصیل ہے:

﴿قُلْ أَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ٩وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِلسَّائِلِينَ١٠ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ١١فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَأَوْحَى فِي كُلِّ سَمَاءٍ أَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ وَحِفْظًا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ﴾[31]

---

[30] الاعراف:54۔

[31] فصلت: 9تا12۔

"آپ فرما دیں کیا تم اس رب سے انکار کرتے ہو جس نے دو دن میں زمین بنادی اور تم اس کے لئے برابر کی شریک بناتے ہو وہ تو تمام جہانوں کا رب ہے ۔ اور اس نے زمین کے اوپر وزنی پہاڑ رکھے اور زمین میں برکت ڈالی اور حاجت مندوں کی ضرورت کے مطابق اس میں مقرر اندازے کے ساتھ غذائیں رکھ دیں، چار دنوں میں ۔ پھر اس نے آسمان کی طرف توجہ کی اور وہ ایک دھواں تھا تو اسے اور زمین سے کہاں آجاؤ خواہ خوشی سے یا مجبوری سے دونوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں۔ تو اللہ نے انھیں دو دنوں میں برابر سات آسمان بنادیا اور اللہ نے ہر آسمان میں اس کے معاملہ کی وہی کردی اور ہم نے قریب کے آسمان کو لوگوں سے مزین اور محفوظ بنایا یہ غالب علم والے رب کی تقدیر ہے ۔"

آیات قرآنیہ سے متعارض روایت یہ ہے:

"عن ابي هريرة ، قال: اخذ رسول الله ﷺ بيدي، فقال: " خلق الله عز وجل التربة يوم السبت، وخلق فيها الجبال يوم الاحد، وخلق الشجر يوم الاثنين، وخلق المكروه يوم الثلاثاء، وخلق النور يوم الاربعاء، وبث فيها الدواب يوم الخميس، وخلق آدم عليه السلام بعد العصر من يوم الجمعة في آخر الخلق في آخر ساعة من ساعات الجمعة، فيما بين العصر إلى الليل "[32]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مٹی کو ہفتہ کے دن پیدا کیا (یعنی زمین کو) اور اتوار کے دن اس میں پہاڑوں کو پیدا کیا اور پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا اور کام کاج کی چیزیں (جیسے لوہا وغیرہ) منگل کو پیدا کیں اور نور کو بدھ کے دن پیدا کیا اور جمعرات کے دن جانور پھیلائے زمین میں اور آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن عصر کے بعد بنایا سب سے آخر مخلوقات میں، سب سے آخر ساعت میں جمعہ کی عصر سے لے کر رات تک آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔"

آیات قرآنیہ اور مذکورہ حدیث میں تعارض کی وضاحت:

حدیث مبارکہ کا ظاہر آیات قرآنیہ سے اس طور پر متعارض ہے کہ سورہ اعراف میں زمین و آسمان کی کُل مدتِ تخلیق

[32] النیسابوری، صحیح مسلم، کتاب القیامۃ، باب ابتداء الخلق، حدیث:7054۔

چھ دن بتلائی گئی ہے لیکن حدیث میں ہر دن کی تفصیل بیان کرتے ہوئے صرف زمین، اور اس میں جو کچھ ہے کی کُل مدت سات دن ذکر ہوئی ہے، اسی طرح سورہ فصلت کی آیات کے مطابق چار دن میں زمین اور دو دن میں آسمان کی تخلیق ہوئی ہے لیکن حدیث کا ظاہر اس کے بھی خلاف ہے۔

متعارض نصوص کا تعارض رفع کرنے میں اہل علم کا اسلوب:

مذکورہ نصوص کے تعارض کو رفع کرنے کے لیے اہل علم کے مابین دو قسم کی آراء پائی جاتی ہیں:

ایک رائے یہ ہے کہ مذکورہ حدیث ضعیف ہے[33] اور تعارض کی شرائط میں امام شافعیؒ کی عبارت ذکر کرتے ہوئے واضح کیا گیا تھا کہ اگر نصوص درجہ میں ایک جیسی نہ ہوں بایں صورت کہ ایک صحیح اور دوسری ضعیف ہو تو دونوں میں تعارض متحقق نہیں ہو گا اس لیے کہ ایک نص درجہ میں کمزور ہے اور کمزور کا قوی سے تعارض نہیں ہوتا۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ حدیث مبارکہ صحیح ہے لہذا بظاہر اس حدیث کا دیگر نصوص کے ساتھ تعارض متحقق ہے۔[34]

ضعیف روایت ہونے کی وجوہات:

جن اہل علم نے اس روایت کو ضعیف ہونے کی بنیاد پر رد کیا ہے انہوں نے ضعف کی مختلف علتیں بیان کی ہیں جیسا کہ ابن تیمیہ بیان کرتے ہیں:

"وَكَذَلِكَ رَوَى مُسْلِمٌ {خَلَقَ اللَّهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ} وَنَازَعَهُ فِيهِ مَنْ هُوَ أَعْلَمُ مِنْهُ كَيَحْيَى بْنِ مَعِينٍ وَالْبُخَارِيِّ وَغَيْرِهِمَا فَبَيَّنُوا أَنَّ هَذَا غَلَطٌ لَيْسَ هَذَا مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْحُجَّةُ مَعَ هَؤُلَاءِ فَإِنَّهُ قَدْ ثَبَتَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْإِجْمَاعِ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَأَنَّ آخِرَ مَا خَلَقَهُ هُوَ آدَمَ وَكَانَ خَلْقُهُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَهَذَا الْحَدِيثُ الْمُخْتَلَفُ فِيهِ يَقْتَضِي أَنَّهُ خَلَقَ ذَلِكَ فِي الْأَيَّامِ السَّبْعَةِ وَقَدْ رُوِيَ إسْنَادٌ أَصَحُّ مِنْ هَذَا أَنَّ أَوَّلَ الْخَلْقِ كَانَ يَوْمَ

---

[33] اکثر مفسرین و محدثین کی یہی رائے ہے جیسا کہ امام بخاری، علی بن المدینی، ابن جریر الطبری، علامہ قرطبی، ابن تیمیہ، ابن کثیر اور علامہ آلوسی وغیرہ۔ ملاحظہ فرمائیں: البخاری، التاریخ الکبیر، ج1، ص413؛ البیھقی، الاسماء والصفات، ج2، ص256؛ الطبری، تاریخ الامم والملوک، ج1، ص35؛ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج6، ص248، ج16، ص225؛ ابن تیمیہ، مجموع الفتاوٰی، ج17، ص235؛ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج1، ص72؛ آلوسی، روح المعانی، ج8، ص518۔

[34] یہ موقف الانباری، ابن الجوزی، ابو حیان وغیرہ کا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: ابن الجوزی، زاد المسیر، ج3، ص161؛ ابو حیان، البحر المحیط، ج4، ص309-310؛

الْأَحَدِ." [35]

"امام مسلم نے جو یہ (خَلَقَ اللَّهُ التُّرْبَةَ يَوْمَ السَّبْتِ) روایت بیان کی ہے اس روایت کے حوالے سے امام مسلم سے زیادہ جاننے والے اہل علم جیسا کہ یحی بن معین، بخاری اور ان کے علاوہ نے منازعت کی ہے اور انہوں نے یہ واضح کیا ہے کہ اس روایت کا مضمون غلط ہے، آپ ﷺ کا کلام نہیں ہے۔ اور دیگر اہل علم کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو چھ دنوں میں بنایا ہے اور آخری تخلیق آدم علیہ السلام کی ہے جو جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اور مذکورہ حدیث کا مضمون یہ بتارہا ہے کہ آدم علیہ السلام کی تخلیق ساتویں دن ہوئی ہے۔ صحیح نصوص سے ثابت ہے کہ تخلیق کی ابتداء پیر سے ہوئی ہے۔"

علامہ ابن تیمیہؒ نے امام مسلم کی روایت پر دیگر اہل علم کی آراء کو فوقیت دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ دیگر اہل علم امام مسلم سے زیادہ جاننے والے اور علم رکھنے والے ہیں لہذا یہ روایت قابل قبول نہیں ہے۔ اہل علم کے دلائل کے حوالے سے جو کچھ عبارت میں کہا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ امور ہیں:

1. یہ روایت قرآن کریم کی صریح نصوص کے خلاف ہے لہذا قابل قبول نہیں ہے۔
2. حدیث میں محض زمین کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے مکمل چھ دن ذکر ہوئے ہیں اور آسمان کی تخلیق کے حوالے سے کچھ بیان نہیں ہوا۔
3. حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق آخر میں جمعہ کے دن ہوئی ہے لیکن مذکورہ حدیث کا مضمون اس کے خلاف ہے۔
4. اس روایت میں تخلیق کی ابتداء ہفتہ کے دن سے بتائی جارہی ہے جو کہ ان احادیث اور آثار سے متعارض ہے جن میں تخلیق کی ابتداء پیر کے دن سے بتلائی گئی ہے۔

پس اکثر محدثین اور مفسرین کا موقف یہ ہے کہ مذکورہ روایت چونکہ ضعیف ہے اس لیے اس کے مقابلے میں نصوص قرآنیہ اور ان آثار وروایات کو ترجیح دی جائے گی جو صحیح سند سے ثابت ہیں۔

روایت کو صحیح تسلیم کرنے والے اہل علم نے اگرچہ ماقبل میں بیان ہونے والی علتوں کے مختلف جواب دیئے ہیں لیکن

---

[35] ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج1، ص256۔

وہ سب جواب کمزور ہیں جس کی وجہ جمہور مفسرین اور محدثین کے دلائل سے ہی معلوم ہو جاتی ہے کہ صریح نصوص قرآنیہ اور دیگر صحیح آثار یہی بتاتے ہیں کہ زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب چھ دنوں میں بنایا گیا ہے لہذا ایک روایت کی بناء پر دیگر نصوص کے مضمون کو چھوڑا نہیں جا سکتا، خاص کر جب متعارض نص درجہ میں دیگر نصوص سے قوی اور مستند ہو۔

خلاصہ مبحث:

اس مبحث میں بیان کی گئی تفصیل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ ما قبل میں بیان کردہ شرائط کے مطابق جب دو متعارض نصوص کسی موقع پر پائی جائیں تو مسلمان اہل علم اس تعارض کو رفع کرنے کے لیے چند اصولوں پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ اگر متعارض نصوص میں تطبیق اور توفیق ممکن ہے تو حتی الامکان اسی اصول پر عمل کیا جاتا ہے لیکن اگر توفیق و تطبیق قائم کرنا ممکن نہیں ہے اور نسخ کا علم ہو تو ایسی صورت میں ایک کو منسوخ اور دوسری کو ناسخ قرار دے دیا جائے گا۔ اگر نسخ کا علم نہیں ہے تو تیسرا حل یہ ہے کہ دیگر قرائن نقلیہ وعقلیہ کے ذریعے ایک نص کو راجح اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا۔